

نصیر دولت و دیں اور معین ملت و ملک
 بنا ہے چرخ بریں جس کے آستان کے لیے
 زمانہ عہد میں اس کے ہے محور آرائش
 بنیں گے اور ستارے اب آسماں کے لیے
 کے ہاتھوں عادی ہو چکے ہیں۔ یوں
 امن کی خوشخبری مہتیا ہو گئی، گویا
 آسمان کوئی ظلم نہ کر سکے گا۔

۲۔ شرح: ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
 سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے
 ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ مہرا
 صلائے عام ہے یا رانِ نکتہ واں کے لیے
 اگر محبوب کی پلکیں خون کی پیاسی ہیں تو ہوں
 آخر اپنی خون برسانے والی
 پلکوں کے لیے بھی کچھ نہ کچھ رکھنا ضروری ہے، سب کچھ اسی کی نذر کیوں
 کر دوں؟

۳۔ شرح: عام روایت کے مطابق حضرت خضرؑ زندہ ہیں، لیکن
 خاص خوش نصیبوں کے سوا کسی کو نظر نہیں آتے۔ مرزا غالب نے اس سے
 یہ پہلو پیدا کر لیا کہ زندگی سے مراد ہے خلقِ خدا سے روشناسی، میل جول، خلا
 ملا۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو زندگی کس کام کی؟ اصل میں دنیوی زندگی کی تعبیر
 ہے ہی یہی، اس کے سوا کوئی نہیں۔

فرماتے ہیں کہ اے خضرؑ! اصل زندگی تو ہماری ہے کہ دنیا ہمیں دکھیتی
 ہے اور ہم دنیا کو دکھتے ہیں۔ ہم لوگوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں، لوگ ہماری مدد کرتے
 ہیں۔ تمہاری کیا زندگی ہے کہ ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے لوگوں کی نگاہوں سے
 چھپ گئے، گویا چور بن گئے، جو کبھی ظاہر نہیں ہوتا، روپوش ہی رہتا ہے اور